بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل : ۴۳) تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں (کنز الایمان)

اَلْعِلْمُ خَزَائِنُ وَمِفْتَاحُهَا السُّؤَالُ (دارمی، کنز العمال) علم خزانہ ہے اور اس کی چابی سوال ہے

# دار الافتاء الضیائیۃ

www.jamia.co | fatwa@jamia.co | 0336 2 786 92 0

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے باہر کبھی کبھی گٹر کا پانی بھرا ہوتا ہے لہٰذا کیا جنازہ (میت) کو محراب سے آگے (مسجد سے باہر) رکھ کر مسجد کے اندر نمازِ جنازہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

باسمہ سبحانہ وتعالی وتقدس الجواب: فقہ حنفی میں مسجدِ صلوۃ یعنی، جہاں نمازِ پنجگانہ ادا کی جاتی ہیں وہاں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے چاہے جنازہ (میت) کو مسجد میں لایا جائے یا نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، «مَنْ صَلَّى عَلَى الْجَنَازَةِ فِي الْمَسْجِدِ فَلَيْسَ لَهُ شَيْءٌ»

(سنن ابن ماجه، المجلد الثاني، كتاب (٦) الجنائز، باب (٢٩) الصلاة على الجنازة فى المسجد، رقم:١٥١٧، ص٢٣٩، مطبوعة دار الكتب العلمية، بيروت)

یعنی، جو مسجد میں نمازِ جنازہ ادا کرے اس کے لئے کچھ نہیں۔

اور ایک روایت میں ہے «مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ»

(المصنف لابن أبي شيبة، كتاب (٦) الجنائز، باب (١٦٩) من كره الصلاة على الموتى في المسجد، رقم:١٢٠٩٧)

یعنی، جو مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں۔

علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ فرماتے ہیں، وصلاة الجنازة في المسجد الذي تقام فيه الجماعة مكروهة سواء كان الميت والقوم في المسجد أو كان الميت خارج المسجد والقوم في المسجد أو كان الإمام مع بعض القوم خارج المسجد والقوم الباقي في المسجد أو الميت في المسجد والإمام والقوم خارج المسجد، هو المختار. كذا في «الخلاصة».

(الفتاوى الهندية، المجلد الأول كتاب الصلاة، الباب العشرون في صلاة الخوف، الفصل الخامس في الصلاة على الميت، ص١٦٥، مطبوعة: دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الثالثة، ١٤٠٠هـ/١٩٨٠م)

یعنی، جس مسجد میں (نماز کی) جماعت قائم کی جاتی ہے وہاں نمازِ جنازہ ادا کرنا مکروہ ہے (اور اس حکم میں چاروں صورتیں) برابر ہیں (یعنی ہر صورت نمازِ جنازہ مسجد میں مکروہ ہی ہوگی) چاہے جنازہ اور لوگ مسجد میں ہوں، یا جنازہ مسجد سے باہر ہو مگر لوگ مسجد میں

ہوں، یا(جنازہ اور) امام کچھ لوگوں کے ساتھ مسجد سے باہر ہو اور دیگر لوگ مسجد میں ہوں، یا جنازہ مسجد میں ہو اور امام اور لوگ مسجد سے باہر ہوں، یہ مختار مذہب ہے۔ جیسا کہ «خلاصہ» میں ہے۔

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ فرماتے ہیں، (**وكرهت تحريما**) وقيل (**تنزيها في مسجد جماعة هو**) أي الميت (**فيه**) وحده أو مع القوم. (**واختلف في الخارجة**) عن المسجد وحده أو مع بعض القوم (والمختار الكراهة مطلقا. «خلاصة».

(الدر المختار, كتاب الصلاة, باب صلاة الجنازة, ص121)

یعنی، (مسجد میں نمازِ جنازہ) مکروہ تحریمی ہے، اور کہا گیا کہ مسجدِ جماعت میں تنزیہی ہے جبکہ صرف جنازہ مسجد میں ہو یا اس کے ساتھ لوگ ہوں اور فقہا کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر صرف جنازہ مسجد سے باہر ہو اور کچھ لوگ بھی ساتھ (باہر) ہوں مگر مختار مذہب یہی ہے کہ کراہت مطلقاً ہے۔ «خلاصہ»۔

بعض فقہاء نے مسجد میں نمازِ جنازہ کے مکروہ ہونے کی علت تلویثِ مسجد یعنی، مسجد کا (جنازہ سے ممکنہ طور پر خارج ہونے والی کسی نجاست سے) آلودہ ہونا فرمایا، جیسا کہ امام برهان الدین مازہ محمود بن احمد بن الصدر الشہید النجاری «محیط برہانی» میں فرماتے ہیں، وجرى التوارث في الأمصار بإيجاد مكان على حدة لأداء صلاة الجنازة، و إنه دليل على كراهية أداء صلاة الجنازة في مسجد الجماعات، ولأن تنزيه المساجد عن التلوث واجب، وفي إدخال الميت في المسجد احتمال تلويث المسجد بأن يسيل من الميت شيء.

(المحيط البرهاني, كتاب الاستحسان والكراهية, الفصل الرابع في الصلاة والتسبيح وقراءة القرآن إلخ)

یعنی، شہروں میں یہی رواج چلا آرہا ہے کہ نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے لئے ایک علیحدہ جگہ بنائی جاتی ہے، اور یہ (بھی) نمازِ جنازہ کے مسجدِ جماعات میں ادائیگی کے مکروہ ہونے پر ایک دلیل ہے؛ اور (مسجد میں نمازِ جنازہ) اس لئے بھی مکروہ ہے کہ مسجدوں کو آلودگی سے پاک رکھنا واجب ہے جبکہ جنازہ (میت) کو مسجد میں لے جانے سے مسجد کے آلودہ ہونے کا امکان ہے بایں طور کہ میت سے کوئی چیز (نجاست) بہہ کر مسجد میں گرے۔

علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ نے فرمایا کہ اگر تلویثِ مسجد کا احتمال نہ ہو تو کراہت ثابت نہ ہو گی۔ چنانچہ فرماتے ہیں، ينبغي تقييد الكراهة بظن التلويث فأما توهمه أو شكه فلا تثبيت به الكراهة.

(حاشية الطحطاوي على المراقي, فصل (السلطان أحق بصلاته), ص596, مطبوعة دار الكتب العلمية, بيروت, الطبعة الأولى 1418هـ/1997م)

یعنی، (مسجد میں جنازہ لانے کی کراہت کے لئے) اس گمان کی قید ضروری ہے کہ مسجد آلودہ ہو گی۔ پس جہاں تک وہم اور شک تک ہی کی بات ہو (کہ مسجد آلودہ ہو گی) تو اس (وہم و شک) سے کراہت ثابت نہیں ہو گی۔

اور حلیہ میں امام ابو یوسف سے ایک روایت منقول ہے ونقل فی «الدراية» عن ابی یوسف رواية أنه لا تكره صلاة الجنازة في المسجد إذا لم يخف خروج شيء يلوث المسجد فعلى هذا إذا أمن ذلك لم يكره على سائر الوجوه الخ

(حلية المحلي شرح منية المصلي)

یعنی،«درایہ» میں امام ابو یوسف سے ایک روایت منقول ہے کہ اگر جنازہ سے ایسی کسی نجاست کے نکلنے کا خوف نہ ہو جس سے مسجد آلودہ ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں مسجد میں نمازِ جنازہ مکروہ نہیں پس اسی بنیاد پر کسی بھی صورت میں مسجد میں نمازِ جنازہ مکروہ نہ ہو گی جب کہ نجاست سے آلودہ ہونے سے مسجد محفوظ ہو۔

امام اہلسنّت مجدّدِ دین و ملت مفتی محمد احمد رضا خان علیہ الرحمہ متوفی ۱۳۴۰ھ نمازِ جنازہ کے مطلقاً مسجد میں پڑھے جانے کی کراہیت اور صرف تلویثِ مسجد کو علّت قرار دینے سے متعلق وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں،«مگر عامہ کتبِ مذہب میں جہاں تک اس وقت نظرِ فقیر نے جَولان کیا یہ روایت «نوادر» بھی بر سبیل اطلاق و تعمیم بے تشقیق و تفصیل ماثور و منقول، جو علماء اس کے ترجیح و تصحیح واختیار کی طرف گئے جنازہ کا مسجد میں لانا مطلقاً مکروہ بتاتے ہیں۔ مُعَلِّلِیْن (علت بیان کرنے والے) اُسے احتمال و تواہم تلویث (آلودگی کے وہم) سے تعلیل فرماتے ہیں۔ تقیید و تخصیص حالتِ ظن کا پتا نہیں دیتے، علمائے کرام اختلافِ مشائخ کو اُس حالت سے مقید کرتے ہیں کہ جنازہ مسجد کے باہر ہو اور مطلقاً صاف تصریح فرماتے ہیں کہ جنازہ کا مسجد میں ہونا بالاتفاق مکروہ،

اقول و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں(یعنی، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں) اور توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہے) یہاں اطلاق ہی اوفق واحق (یعنی، زیادہ مناسب و بہتر) وَالصَّق بدلیل ہے کہ امعاء غالباً فضلات سے خالی نہیں ہوتیں اور موت مزیل استمساک و موجب استرخائے تام ہے اور جنازہ لے چلنے کی حرکت مؤید خروج، تو ہر میت میں خوفِ تلویث موجود۔ باقی کس خاص وجہ سے غلبہ ظن کی کیا حاجت، ناسمجھ بچّوں کو مسجد میں لانا مطلقاً ممنوع ہُوا کہ سب میں احتمال تلویث قائم، کچھ یہ شرط نہیں کہ جس بچہ کو اسہال وغیرہ کا عارضہ لاحق ہو وہی مسجد میں نہ لایا جائے، یونہی میت بلکہ اس سے بھی زائد کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی اَفْطَن (جیسا کہ زیرک پر پوشیدہ نہیں) پھر یہ بھی امام ثانی (امام ابو یوسف) سے ایک روایت نادرہ ہے ظاہر الراویۃ میں ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک مسجد میں جنازہ مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ میّت بیرونِ مسجد ہو، یہی ارجح و اصح و مختار و ماخوذ ہے: فإن الفتوى متى اختلفت وجب المصير إلى ظاهر الرواية كما أفاده في «البحر» و«الدر» وغيرهما. (یعنی، فتویٰ جب مختلف ہو جائے تو ظاہر روایت کی جانب رجوع واجب ہے جیسا کہ «بحر الرائق» اور «درِ مختار» وغیرہما میں سے مستفاد ہے)۔

(امام اہلسنّت مزید فرماتے ہیں) اب عبارتِ علماء سُنئے۔«تنویر الابصار» و«در مختار» میں ہے: **(وكرهت تحريما)** وقيل **(تنزيها في مسجد جماعة هو)** أي الميت **(فيه)** وحده أو مع القوم. **(واختلف في الخارجة)** عن المسجد وحده أو مع بعض القوم (والمختار الكراهة) مطلقا. «خلاصة».

(الدر المختار, كتاب الصلاة, باب صلاة الجنازة, ص121)

یعنی،(مسجد میں نمازِ جنازہ) مکروہ تحریمی ہے، اور کہا گیا کہ مسجدِ جماعت میں تنزیہی ہے جبکہ صرف جنازہ مسجد میں ہو یا اس کے ساتھ لوگ ہوں اور فقہا کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر صرف جنازہ مسجد سے باہر ہو اور کچھ لوگ بھی ساتھ (باہر) ہوں مگر مختار مذہب یہی ہے کہ کراہت مطلقاً ہے۔«خلاصہ»۔

ردالمحتار میں ہے: مطلقا في أي جميع الصور المتقدمة كما فى «الفتح» عن «الخلاصة» وفي «مختارات النوازل» سواء كان الميت فيه أو خارجه وظاهر الرواية، وفي رواية لا يكره إذا كان الميت خارج المسجد.

(رد المحتار على الدر المختار, المجلد الثالث, كتاب (2) الصلاة, باب صلاة الجنازة, مطلب في كراهة صلاة الجنازة في المسجد, ص148, مطبوعة دار المعرفة, بيروت)

یعنی، درِ مختار میں قول«مطلقاً» یعنی گزشتہ تمام صورتوں میں، جیسا کہ «فتح القدیر» میں «خلاصہ» سے منقول ہے۔ اور «مختارات النوازل» میں ہے کہ چاہے جنازہ مسجد کے اندر ہو یا باہر (دونوں صورتوں نمازِ جنازہ مکروہ تحریمی ہوگی)، یہی ظاہر روایت ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جب جنازہ مسجد کے باہر ہو تو مکروہ نہیں۔

اَشباہ میں ہے: منع إدخال الميت فيه؛ والصحيح أن المنع لصلاة الجنازة وإن لم يكن الميت فيه إلا لعذر مطر ونحوه.

(الأشباه والنظائر, القول في أحكام المسجد, ص320, مطبوعة دار الكتب العلمية, بيروت, الطبعة الأولى 1419هـ/1999م)

یعنی، مسجد میں جنازہ کو لے جانا منع ہے اور صحیح یہ ہے کہ ممانعت نمازِ جنازہ کی وجہ سے ہے، اگرچہ میّت مسجد کے اندر نہ ہو، سوائے بارش یا اس کی مثل کوئی عذر ہو»۔

امام اہلسنّت مزید اقوالِ فقہاء نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں، «عبارات یہاں بکثرت ہیں وفيما نقلناه كفاية وقد ظهر به كل ما ألقينا عليك (اور جس قدر ہم نے نقل کردیا وُہ کافی ہے، اور اس سے وُہ ساری باتیں واضح ہوگئیں جو ہم نے بیان کیں) واللّٰہ سبحانہ وتعالٰی اعلم»۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد۹، باب الجنائز، مسئلہ:۶۶، ص۲۶۰تا۲۶۳، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاہور)

امام اہلسنّت مجدّدِ اعظم امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کے بیان کردہ مذکورہ بحث سے مسئلہ مکمل طور پر واضح ہو چکا ہے کہ مسجد میں نمازِ جنازہ ہر طور پر مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ متوفی ۱۲۵۲ھ نے جنازہ مسجد سے باہر ہوتے ہوئے صرف نمازیوں کے مسجد میں موجود ہونے کی صورت میں بھی کراہت کے مسئلہ پر بہت خوب دلیل ارشاد فرمائی، إذا قال: إن شتمت فلاناً في المسجد يتوقف على كون الشاتم فيه، وفي إن قتلته بالعكس نعم ذكر ضابطا لذلك في «تلخيص الجامع الكبير» وشرحه في باب الحنث في الشتم، وهو أن الفعل قد لا يكون له أثر في المفعول كالعلم والذكر، وقد يكون كالضرب والقتل، فإذا قال: إن شتمت زيداً في المسجد مثلاً فإنما يتحقق بكون الشاتم في ذلك المكان سواء كان المشتوم فيه أيضا أو لا لأن الشتم هو: ذكر المشتوم بسوء, والذاكر يقوم بالذاكر ولا أثر له في المذكور؛ لأنه يتحقق شتما في حق الميت والغائب فيعتبر مكان الفاعل.

وأما القتل والضرب ونحوهما في مكان فيتحقق بكون المفعول به فيه سواء كان الفاعل فيه أيضا أم لا؛ لأن هذه الأفعال لها آثار تقوم بالمحل، فيشترط وجود المفعول به وهو المحل في ذلك المكان دون الفاعل؛ لأن من ذبح شاة هي في المسجد وهو خارجه يسمى ذابحا في المسجد بخلاف عكسه؛ ألا ترى أن الرامي إلى صيد في الحرم يكون قاتلا للصيد في الحرم وإن كان حال الرمي في الحل اهـ ملخصا، وتمام تحقيقه هناك فراجعه.

إذا علمت ذلك فلا يخفى أن الصلاة على الميت فعل لا أثر له في المفعول، وإنما يقوم بالمصلي، فقوله «من صلى على ميت في مسجد» يقتضي كون المصلي في المسجد سواء كان الميت فيه أو لا، فيكره ذلك أخذا من

منطوق الحديث، ويؤيده ما ذكره العلامة قاسم في رسالته من أنه روي «أن النبي صلى الله عليه وسلم لما نعى النجاشي إلى أصحابه خرج فصلى عليه في المصلى» قال: ولو جازت في المسجد لم يكن للخروج معنى اهـ مع أن الميت كان خارج المسجد .

(رد المحتار على الدر المختار, المجلد الثالث, كتاب (2) الصلاة, باب صلاة الجنازة, مطلب مهم إذا قال: إن شتمت فلانا إلخ, ص149-150, مطبوعة دار المعرفة, بيروت)

یعنی، جب کوئی کہے کہ اگر میں نے فلاں کو مسجد میں گالی دی، تو اس میں گالی دینے والے کا اعتبار مسجد میں ہونے سے کیا جائے گا۔ اور اگر یوں کہے کہ اگر میں اس کو قتل کروں مسجد میں، تو اس کہنے والے کا اعتبار بالعکس کیا جائے گا (یعنی، جسے قتل کیا جارہا ہے اس کا مسجد میں ہونا معتبر ہوگا) جی ہاں اس کا ضابطہ «تلخیصِ جامع کبیر» اور اس کی شرح میں باب الحنث فی الشتم (یعنی، گالی دینے کی صورت میں قسم ٹوٹنے کے بیان) میں مذکور ہے۔ اور وہ یہ ہے فِعل کا کبھی مفعول میں اثر واقع نہیں ہوتا جیسے پڑھنا اور ذکر کرنا (کیونکہ کسی کے پڑھنے یا نہ پڑھنے سے پڑھے ہوئے علم پر فرق نہیں پڑتا اور ذکر کرنے سے یا یاد کرنے سے جو ذکر کیا جائے اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ علم اور ذکر مادّی اشیاء نہیں) اور کبھی مفعول پر فعل کا اثر واقع ہوتا ہے جیسے مارنا یا قتل کرنا (مارنے سے پٹنے والے کو ضرب پڑتی ہے اور قتل کرنے سے مقتول جان سے جاتا ہے، کیونکہ مفعول مادّی ہیں) پس اگر کہا اگر میں نے زید کو مسجد میں گالی دی مثلاً تو بلاشبہ یہ بات جب ہی متحقق ہوگی کہ جب گالی دینے والا اس جگہ (یعنی، مسجد میں) ہو اور جسے گالی دے رہا ہے وہ چاہے مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر؛ کیونکہ گالی، ان برے الفاظ کو کہتے ہیں جن کے ذریعہ دوسرے کو یاد کیا جائے اور یاد کرنے والے (گالی دینے والے) کا اُس یاد کئے جانے والے شخص پر کوئی (ظاہری/مادّی) اثر واقع نہیں ہوتا؛ کیونکہ بعض اوقات گالی مُردوں کو بھی دی جاتی ہے اور کبھی غیر موجود لوگوں کو بھی۔

مگر جہاں تک قتل کرنے یا پیٹنے وغیرہما کا معاملہ ہے تو ان دونوں افعال کا اثر مفعول میں متحقق ہو جاتا ہے اب برابر ہے کہ کرنے والا (فاعل) اس جگہ ہے یا نہیں؛ کیونکہ ان افعال کا تعلق کا اثر ہے جو جگہ کے ساتھ قائم ہے پس (ایسا کہنے میں کہ میں فلاں کو فلاں جگہ ماروں گا) میں شرط یہ ہوگی کہ مفعول اس جگہ موجود ہو اور وہ وہی جگہ ہے جس جگہ میں فعل واقع ہو نہ کہ جس جگہ فاعل موجود ہو؛ کیونکہ اگر کوئی شخص مسجد میں بکری ذبح کرے حالانکہ ذبح کرنے والا مسجد سے باہر ہو تو اُسے مسجد میں ذبح کرنے والا ہی کہیں گے بخلاف اس کے عکس کے (کہ اگر وہ خود مسجد میں ہو اور بکری باہر تو اب وہ مسجد میں ذبح کرنے والا نہیں کہلائے گا) کیا تم نہیں دیکھتے کہ حرم میں شکار کی جانب تیر پھینکنے والا حرم میں شکار کرنے والا ہوگا اگرچہ وہ حِل (یعنی، خارجِ حرم) سے تیر چلائے۔ اور اس کی تمام تحقیق مذکورہ کتاب میں ہے وہی رجوع کیا جائے۔

پس جب تم نے یہ جان لیا (کہ بعض افعال ایسے ہوتے ہیں جن میں مفعول پر فعل کا اثر ہوتا ہے جیسے مارنا وغیرہ اور بعض ایسے جن میں مفعول پر فعل کا اثر نہیں ہوتا جیسے سیکھنا، ذکر کرنا) تو اب یہ بات پوشیدہ نہ رہی کہ نمازِ جنازہ ایسا کام ہے جس کا اثر مفعول (میت) پر نہیں ہوتا اور بلاشبہ یہ فعل صرف فاعل یعنی، نماز پڑھنے والا کے ساتھ ہی قائم ہے پس نبی کریم ﷺ کے فرمان «جو مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھے» کا تقاضہ یہی ہے کہ نمازی مسجد میں ہو، چاہے جنازہ (میت) مسجد میں ہو یا نہ ہو پس حدیث پاک کے فرمان کو تھامتے ہوئے یہ مکروہ ہی ہوگا۔ اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے جو علامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں کی کہ نبی کریم ﷺ نے جب نجاشی کی موت کی خبر اپنے صحابہ کو دی تو مسجد سے

باہر تشریف لے گئے اور عید گاہ میں نمازِ جنازہ ادا فرمائی، علامہ قاسم نے فرمایا کہ اگر مسجد میں نمازِ جنازہ جائز ہوتی تو مسجد سے باہر تشریف لے جانے کی کوئی وجہ ہی نہ تھی کیونکہ جنازہ (میت) تو ویسے ہی مسجد سے باہر تھا۔

اور جہاں تک فقہائے کرام رحمہم اللہ المبین نے بارش کو عذر قرار دیا۔ فی زمانہ بارش بھی عذر شمار نہیں کی جائے گی کیونکہ پہلے پکی تعمیرات بکثرت نہ ہوتی تھیں، گھر بھی اتنے بڑے نہ ہوتے اور پکی چھت تلے کھلے صحن بھی زیادہ نہ پائے جاتے تھے کہ جہاں نمازِ جنازہ ادا کی جاسکے لہٰذا مسجد ہی ایسی جگہ ہوتی کہ جہاں چھت تلے بڑی جگہ میں صفیں قائم کی جاتی تھیں۔ اب چونکہ صورتِ حال مختلف ہے، اب مساجد سے کہیں زیادہ خشک اور وسیع جگہ غیر مسجد، ہال، پارکنگ ایریا وغیرہا میں میسّر ہوتی ہے لہٰذا جب عذر ہی مفقود ہو گیا تو رخصت کیسی؟

یہاں یہ مسئلہ ذہن نشین ہونا چاہئے کہ شارعِ عام (جہاں لوگوں کا گزر ہوتا ہے) اور کسی کی ذاتی جگہ پر (اس شخص کی اجازت کے بغیر) نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔ چنانچہ شیخ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ فرماتے ہیں، تكره في الشارع وأراضي الناس، كذا في «المضمرات».

(الفتاوى الهندية, المجلد الأول كتاب الصلاة, الباب العشرون في صلاة الخوف, الفصل الخامس في الصلاة على الميت, ص165, مطبوعة: دار إحياء التراث العربي, بيروت, الطبعة الثالثة, 1400هـ/1980م)

یعنی، (نمازِ جنازہ) راستوں پر اور لوگوں کی زمینوں میں (ادا کرنا) مکروہ ہے۔ جیسا کہ «مضمرات» میں ہے۔

سوال میں چونکہ گٹر کے پانی کا ذکر ہے۔ بارش پھر بھی ایک وقت میں کم و بیش پورے شہر کو گھیرے ہوتی ہے مگر کیچڑ اور گٹر کا پانی پورے علاقے یا شہر کو ایک وقت میں یوں نہیں گھیرتے کہ کہیں جگہ ہی نہ ملے اور چاہے نہ چاہے مسجد ہی ایک جگہ بچے جہاں نمازِ جنازہ ادا کی جائے۔ نہ ہی مسجد کے باہر ہی نمازِ جنازہ کا انعقاد ضروری ہے۔ اگر مسجد کے باہر جگہ کی تنگی ہو یا پانی یا کیچڑ جمع ہو تو میت کے گھر کے باہر بھی نمازِ جنازہ ادا کی جاسکتی ہے، قبرستان میں بھی ادائیگی ممکن ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان مسجد میں نمازِ جنازہ ادا کو اس قدر بُرا جانتے تھے کہ اگر مسجدِ صلوٰۃ کے علاوہ (مسجد کے باہر) اگر جگہ نہ پاتے تو واپس تشریف لے جاتے نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہوتے۔

چنانچہ امام سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی متوفی ۲۰۴ھ روایت نقل فرماتے ہیں، حدثنا ابن أبي ذئب، عن صالح مولى التوأمة، عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «مَنْ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا شَيْءَ لَهُ» قال صالح: وأدركت رجالا ممن أدركوا النبي صلى الله عليه وسلم وأبا بكر إذا جاءوا فلم يجدوا إلا أن يصلوا في المسجد رجعوا فلم يصلوا.

(مسند أبي داود الطيالسي, رقم الحديث:2429)

یعنی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو مسجد میں نمازِ جنازہ مسجد میں ادا کرے اس کے لئے کچھ نہیں (یعنی کوئی ثواب نہیں) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت صالح نے فرمایا کہ میں نے ایسے اصحاب کو بھی پایا ہے جنہوں نے نبی کریم ﷺ اور صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مبارک صحبتیں پائیں، جب یہ اصحاب نمازِ جنازہ ادا کرنے آتے اور مسجد کے علاوہ کہیں جگہ نہ پاتے تو واپس چلے جاتے اور نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہوتے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى لِلنَّاسِ النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى وَكَبَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ.

(صحيح مسلم، كتاب (١١) الجنائز، باب (٢٢) في التكبير على الجنازة، رقم الحديث٦٢-(٩٥١)، ص٣٤١، مطبوعة دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ/٢٠٠١م)

یعنی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس دن نجاشی (بادشاہ) کا انتقال ہوا رسول اللہ ﷺ لوگوں کو نجاشی کی موت کی خبر دی پھر انہیں لے کر آپ عیدگاہ کی جانب تشریف لے گئے اور چار تکبیریں (یعنی، نمازِ جنازہ) ادا فرمائی۔

مذکورہ حدیث شریف میں غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھانا حضور ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ ہمیں یہ جائز نہیں کہ کسی کی غائبانہ طور پر نمازِ جنازہ ادا کریں یہ ایک علیحدہ بحث ہے۔ اس حدیث شریف سے وثوق کے ساتھ یہ مسئلہ واضح ہوگیا کہ اگر صرف تلویثِ مسجد (یعنی، مسجد کا آلودہ ہونا) ہی مسجد میں نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے لئے علت ہوتی تو یہاں یہ علت (تلویث) بدرجۂ اولیٰ ناپید تھی۔

لہٰذا حضور نبی کریم ﷺ کے قول وفعل مبارک، صحابہ کے طریقے اور فقہائے احناف کے فرمودات کی روشنی میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھانے کی مطلقاً اجازت نہیں اور شرعاً ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

هذا ما ظهر لي في هذا الباب والله تعالى أعلم بالصواب

کتبــــــــــــــــــــــــــــــــــــــــه

أبو الضياء محمد فرحان القادري

١٣/ جمادی الاخریٰ ١٤٣٦ھ/ ٣/ اپریل ٢٠١٥ء

٠٤٠







الجواب صحیح

الجواب صحیح

محمد اسماعیل ضیائی

٣ رجب المرجب ٣٦

